



حُب رسول ﷺ کا معیار اور تقاضے (2)

مفتی منیب الرحمن

میں نے اپنے گزشتہ کالم میں اس موضوع پر اختصار کے ساتھ گفتگو کی تھی، کیونکہ تفصیلات کا احاطہ کالم کی تحدیدات میں ممکن نہیں ہوتا، لیکن ہمارے ایک کرم فرما علامہ غلام محمد سیالوی نے کالم کے بارے میں پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمائش کی کہ اس پر مزید لکھا جائے اور انہوں نے بعض امور کی نشاندہی کی، میں ان کا شکر گزار ہوں اور ان کی فرمائش کی تعمیل میں چند مزید گزارشات پیش خدمت ہیں:

قرآن کریم کی سورہ توبہ: 24 میں اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ یہ معیار بیان فرمایا کہ انسان اپنے متعلقات کے ساتھ درجہ بدرجہ محبت کا تعلق رکھ سکتا ہے اور اس کی نفی نہیں فرمائی، لیکن یہ کڑا معیار مقرر فرمادیا کہ ان تمام چیزوں کی محبت مل کر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کرم ﷺ کی ذوات عالی صفات اور اللہ کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب نہیں ہونی چاہیے، اس کا فیصلہ اس وقت ہو جاتا ہے جب اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اس کے تقاضوں کا غیر اللہ کی محبت اور مطالبات سے ٹکراؤ ہو جائے، تو پھر پتا چلتا ہے کہ عملاً انسان کے نزدیک محبوب ترین کون ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”آپ ایسی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں (اور) اللہ اور اس کے رسول کرم ﷺ کے دشمنوں سے محبت بھی کرتے ہوں، خواہ وہ (دشمنانِ خدا) اُن کے باپ (دادا)، بیٹے، بھائی بہن اور رشتے دار کیوں نہ ہوں“، پھر فرمایا: ”(جو اس معیار محبت پر پورا اتریں تو) یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے اُن کی مدد فرمائی اور انہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے دریا رواں ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، اللہ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، یہی لوگ اللہ کی جماعت ہیں، سنو! بے شک اللہ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے، (المجادلہ: 22)۔“ الغرض قرآن کریم نے مثبت اور منفی دونوں معیار متعین فرمادیے، حدیث مبارک میں ہے: ”ملائکہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ اس وقت سو رہے تھے، اُن کا آپ ﷺ کے بارے میں (آپس میں مکالمہ ہوا)، بعض نے کہا: یہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا: بے شک آنکھ سو رہی ہے اور دل بیدار ہے، پس بعض نے کہا: تمہارے صاحب کے لیے ایک مثال ہے، سو وہ مثال بیان کرو، تو (دوسرے فرشتوں نے) کہا: ان کی مثال اس شخص کی سی ہے، جس نے ایک گھر بنایا اور اس میں دعوت طعام کا اہتمام کیا اور (اس دعوت کی طرف بلانے کے لیے) ایک داعی بھیجا، سو جس نے اس داعی کے بلاوے پر لبیک کہا وہ گھر میں داخل ہو گیا اور طعام کو نوش کیا اور جس نے اس کی پکار پر لبیک نہ کہا، وہ گھر میں داخل نہ ہوا اور دعوت طعام نہ کھا پایا۔ پھر انہوں نے کہا: اس کی تاویل بیان کر دو تاکہ سمجھ میں آئے، تو بعض نے کہا: بے شک وہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا: بے شک آنکھ سو رہی ہے اور دل بیدار ہے اور بعض نے کہا: یہ گھر (جو بنایا گیا) جنت ہے اور

اس کی طرف دعوت دینے والے (سیدنا) محمد ﷺ ہیں، سو جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی، تو اس نے (درحقیقت) اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی، تو اس نے (درحقیقت) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ لوگوں (یعنی اہل حق و اہل باطل) کے درمیان فرق کا پیمانہ ہیں، (یعنی جو آپ سے محبت و اطاعت و اتباع کے رشتے میں جڑا رہا وہ جنتی قرار پائے گا اور جس نے آپ سے یہ رشتہ قائم نہ کیا وہ جنت سے محروم رہے گا)، (مختصر صحیح الامام البخاری: 2698)۔

مگر آج کل ہم نے حقیقت کو چھوڑ کر مظاہر اور ظواہر کو اپنا مطلوب و مدعا بنالیا جو زیادہ سہل اور بے عملی کی طرف لے جانے والا ہے، آج کل مصنوعی اور جعلی عاشقانِ رسول کی بھرمار ہے، وہ مختلف انداز سے اپنے آپ کو عاشقِ رسول اور محبِ رسول ﷺ ظاہر کرتے رہتے ہیں، مثلاً: نعلین شریف کا نقشہ اپنے سینوں، ٹوپوں اور پگڑیوں پر سجائیں گے، جب کہ اس کے بارے میں نہ تو سید المرسلین ﷺ کا کوئی حکم ہے اور نہ آپ ایسا نہ کرنے پر ناراض ہوں گے۔ مگر داڑھی مبارک تو آپ ﷺ کی محبوب سنت ہے اور نہ رکھنے والے کو آپ ناپسند فرماتے ہیں، پس یہ خود ساختہ عاشقانِ رسول نعلین پاک کا نقشہ تو لگا لیتے ہیں، مگر سنتِ رسول چہرے پر سجانے کے لیے بہت کم تیار ہوتے ہیں، نیز صحابہ کرام نے سینوں پر یا پگڑیوں پر نعلین کا نقشہ لگا کر عشق و محبتِ رسول کا اظہار نہیں کیا تھا، بلکہ آپ کے اسوۂ مبارکہ کو اختیار کر کے اطاعت و اتباعِ رسول کے جادہ مستقیم کو اپنا شعار بنایا تھا اور اسی شعار سے انہوں نے اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کو اُس وقت کی دنیا پر غالب کیا اور ہم تعداد میں اُن کے مقابلے میں بدرجہا زائد ہیں، لیکن بے توقیر ہیں۔

اسی طرح آج کل زمینوں اور پلاٹوں پر قبضہ کرنے والا مافیا، رشوت خور اور خوردنی اشیاء میں ملاوٹ کرنے والے بڑی بڑی محافل میلاد و نعت خوانی کا انعقاد کر کے اپنے آپ کو عاشقِ رسول ظاہر کرتے ہیں اور لوگ ان محافل میں کثرت سے شرکت کرتے ہیں، مگر فرائض اور ارکانِ اسلام میں سے نماز، حج، روزہ اور زکوٰۃ کی ادائیگی کو اہمیت نہیں دیتے جس کے بارے میں بروز قیامت پرسش ہوگی، جب کہ محافل کے بارے میں تو کوئی سوال نہیں ہوگا، اگرچہ یہ محافل مقدسہ شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہیں اور نبی کریم ﷺ کی محبت کا ایک مظہر ہیں۔

ابوبکر بن سلیمان بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب نے (ایک پابندِ صلوٰۃ نوجوان یعنی اُن کے والد) سلیمان کو فجر کی نماز (باجماعت) میں نہ پایا تو اُن کے گھرانے کی والدہ شفاءؓ سلیمان کے پاس گئے اور ان سے کہا: (کیا بات ہے) آج میں نے فجر کی نماز میں سلیمان کو نہیں دیکھا، انہوں نے عرض کیا: وہ رات گئے تک نوافل پڑھتے رہے، پھر اُن پر نیند غالب آگئی (اور نماز فجر باجماعت ادا نہ کر سکے)، اس پر حضرت عمر نے فرمایا: سلیمان فجر کی جماعت میں حاضر ہوتے تو ساری رات اُن کے نوافل میں قیام کے مقابلے میں میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ بات تھی، (موطا امام مالک: 432)۔

غور کیجیے! حضرت سلیمان تارکِ صلوٰۃ نہیں بلکہ پابندِ صلوٰۃ تھے، لیکن رات بھر نوافل میں مشغول رہنے کی وجہ سے اُن سے فجر کی جماعت چلی گئی تو حضرت عمر فاروق نے اسے ناپسند فرمایا اور ہمارے ہاں رات بھر جلسوں میں شرکت کرنے والوں میں سے اکثر تارکِ نماز ہوتے ہیں۔

آج کل ان محافل کی رونق بڑھانے کے لیے عمرے کے ٹکٹوں کا اعلان کیا جاتا ہے، بعض کاروباری ادارے بھی اپنی پروڈکٹ کی سیل پروموشن کے لیے عمرے کے ٹکٹوں کا اعلان کرتے ہیں، حالانکہ شریعت میں اس کا حکم نہیں ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی کو حج یا عمرہ کرانا



نیک کام نہیں ہے، ضرور ہے، لیکن اگر کوئی کسی نیک آدمی کو عمرہ کرانا بڑی سعادت سمجھتا ہے، تو اس کے لیے جلسوں میں نمود اور تشہیر کی کیا ضرورت ہے، اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو اور عمرہ کرنے اور کرانے والے کو ہونا چاہیے، ریاسے تو اجرباطل ہو جاتا ہے۔ نیز قیامت کے دن یہ نہیں پوچھا جائے گا: کیا آپ نے لوگوں کو حج یا عمرے کرائے یا نہیں، ہاں یہ ضرور پوچھا جائے گا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (اپنے بندے سے) فرمائے گا: اے بنی آدم! میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی، (بندہ) عرض کرے گا: اے پُروردگار! میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ تو تورب العالمین ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نہیں جانتا کہ میرا فلاں بندہ (تیرے سامنے) بیمار ہوا، تو تو نے اس کی عیادت نہ کی، تجھے نہیں معلوم کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس ہی پاتا؟ (اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا: اے بنی آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا، تو تو نے مجھے نہ کھلایا، (بندہ) عرض کرے گا: اے پُروردگار! میں تجھے کیسے کھلاتا؟ تو تورب العالمین ہے (اور بھوک و پیاس بندوں کی حاجات ہیں)، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا، تو تو نے اسے نہ کھلایا، اگر تو (میرے اس محتاج) بندے کو کھلاتا، تو تو اُسے میرے پاس ہی پاتا (یعنی مجھے اپنے قریب ہی پاتا)، (اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا: اے بنی آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا، تو تو نے مجھے نہ پلایا، بندہ عرض کرے گا: اے پُروردگار! میں تجھے کیسے پانی پلاتا؟ تو تورب العالمین ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھ سے میرے فلاں پیاسے بندے نے پانی مانگا، تو تو نے اسے نہ پلایا، اگر تو نے اسے پانی پلایا ہوتا، تو اسے میرے پاس ہی پاتا، (مسلم 2569)۔“

محدثین کرام نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا: اس حدیث قدسی کا منشا یہ ہے کہ بیمار کی عیادت، بھوکے محتاج کو کھانا اور پیاسے کو پانی پلانا، یہ بالواسطہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے حبیبِ مکرم ﷺ کی سنتِ جلیلہ ہے۔ حدیث پاک کی ترتیب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیمار کی عیادت اور تیمارداری کا ثواب بھوکے کو کھانا کھلانے اور پیاسے کو پانی پلانے سے بھی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ”اے بنی آدم! اگر تو بیمار کی عیادت کرتا، بھوکے کو کھانا کھلاتا اور پیاسے کو پانی پلاتا تو، مجھے اس کے قریب ہی پاتا۔“ یعنی ان کاموں سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل ہوتا ہے، بندہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اور اللہ کی رحمت بندے پر سایہ فگن ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے دکھی بندوں کے دکھوں کا مداوا کرنے والوں کو اپنا قرب عطا کرتا ہے۔ حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”میں اپنے ان بندوں کے قریب ہوتا ہوں، جو خشیتِ الہی سے لرز اٹھتے ہیں اور بے بسی و بے کسی کے عالم میں شکستہ دل ہو کر مجھے پکارتے ہیں، (مرقاۃ، ج: 3، ص: 1123)۔“

حضور ﷺ بھی صحابہ سے محافل اور عمرے وغیرہ کروانے کے بارے نہیں پوچھتے تھے، بلکہ پوچھتے تھے: ”آج تم میں سے کون روزے سے ہے، حضرت ابو بکر نے عرض کیا: میں، فرمایا: تم میں سے آج جنازے میں کون شریک ہوا، حضرت ابو بکر نے عرض کیا: میں، فرمایا: تم میں سے کس نے آج مسکین کو کھانا کھلایا ہے، حضرت ابو بکر نے عرض کیا: میں نے، پھر فرمایا: تم میں سے آج کس نے مریض کی عیادت کی، حضرت ابو بکر نے عرض کیا: میں نے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص میں یہ ساری خصلتیں جمع ہو جائیں، وہ جنت میں داخل ہوگا، (صحیح مسلم 1028)۔“ اب تو مغربی ممالک سے بھی شکایات آرہی ہیں کہ بیروں، نعت خوانوں اور واعظوں کی تصاویر سے مساجد کے در و دیوار لٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔